# ’’شَرَائِعُ مَنْ قَبْلَنَا ‘‘ اور اُن کا حکم

مولانا انعام اللہ
فاضلِ جامعہ و چیف ریسرچ آفیسر اسلامی نظریاتی کونسل

(نویں اور آخری قسط)

## ’’شَرَائِعُ مَنْ قَبْلَنَا ‘‘ ائمہ فقہاء کی نظر میں

متذکرہ بالا مسالک میں سے آخری مسلک احناف نے اختیار کیا ہے۔ اور ’’شَرَائِعُ مَنْ قَبْلَنَا ‘‘ سے اس قاعدے کے مطابق فقہی استنباطات کیے ہیں کہ شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اصل ہے اور دیگر شرائع اس کے تابع ہیں۔ ہمارے اوپر ان شرائع کی پیروی اس حیثیت سے لازم ہے کہ وہ ہمارے نبی کی شریعت ہے، الا یہ کہ ان شرائع کا نسخ صراحتاً ثابت ہو۔ امام بزدوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

’’وقد احتج محمد – رحمه الله – فی تصحیح المهایأة والقسمة بقول الله تعالی: ’’وَنَبِّئْهُمْ أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ. ‘‘(القمر:۲۸) وقال: ’’لَهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ‘‘(الشعراء:۱۵۵) فاحتج بهٰذا النص لإثبات الحکم به فی غیر المنصوص علیه بما هو نظیرهٗ فثبت أن المذهب هو القول الذی اخترناه. ‘‘(۱)

’’امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بطریقِ مہایاۃ (منافع کی تقسیم) اور حقِ آب پاشی کی تقسیم پر حضرت صالح علیہ السلام کے قصہ میں مذکور حکم ’’وَنَبِّئْهُمْ أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ ‘‘ اور ’’لَهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَعْلُوْمٍ ‘‘ سے استدلال کیا ہے۔ اس سے استدلال کیا، تاکہ اس کے ذریعے غیر منصوص علیہ میں وہ حکم ثابت ہو جو اس کی نظیر ہے، پس ثابت ہوا کہ مذہب (حنفی) وہی قول ہے، جس کو ہم نے اختیار کیا۔ ‘‘

صاحب کشف الأسرار لکھتے ہیں کہ:

’’یہ بات معلوم ہے کہ یہ استدلال اس نظریئے کی بنیاد پر کیا ہے کہ مذکورہ حکم شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہی کا ایک حکم ہے، اس لیے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے احکام

بیان کررہے ہیں، نہ کہ ’’شَرَائِعُ مَنْ قَبْلَنَا‘‘ کے احکام۔‘‘(۲)

## ’’شَرَائِعُ مَنْ قَبْلَنَا‘‘ محدثین کی نظر میں

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ’’شَرَائِعُ مَنْ قَبْلَنَا‘‘ سے استدلال کیا ہے، چنانچہ: ’’بَابٌ: بِمَنْ یُبْدَأُ فِی الْکِتَابِ‘‘ کے تحت حسب ذیل حدیث کو نقل کیا ہے:

’’عن أبی هریرة رضی اللّٰه عنه، عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم أنهٗ ذکر رجلا من بنی إسرائیل، أخذ خشبة فنقرها، فأدخل فیها ألف دینار، وصحیفة منه إلٰی صاحبه، وقال عمر بن أبی سلمة، عن أبیه، سمع أبا هریرةؓ: قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: ’’نجر خشبة، فجعل المال فی جوفها، وکتب إلیه صحیفة: من فلان إلی فلان.‘‘(۳)

’’آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا تذکرہ فرمایا کہ: اس نے ایک لکڑی لی، اندر سے کھوکھلی کردی، اس میں ایک ہزار دینار اور اپنے دوست کے نام ایک مراسلہ رکھا۔ دوسری سند والی روایت میں یہ ہے کہ مراسلہ یوں لکھا: من فلان إلی فلان.‘‘

قسطلانیؒ لکھتے ہیں:

’’ولعل البخاری خصّ سیاقَ هٰذا الحدیث لعدم وجدانه ما هو علی شرطه وهو علی قاعدته فی الاحتجاج بشرع من قبلنا إذ لم ینکر ولا سیما إذا ذکر فی مقام المدح لفاعله.‘‘(۴)

’’شاید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا کہ ان کو دوسری کوئی حدیث اپنی شرط کے مطابق نہیں ملی اور یہ استدلال اس قاعدے پر مبنی ہے کہ ’’شَرَائِعُ مَنْ قَبْلَنَا‘‘ سے استدلال کیا جاسکتا ہے، جب اس کو علیٰ سبیل الانکار ذکر نہ کیا جائے، بالخصوص جب اس فعل کے کرنے والے کی مدح کے طور پر ذکر کیا جائے۔‘‘

امام محمد و امام بخاری رحمہما اللہ کے اس اسلوبِ استدلال سے معلوم ہوا کہ ’’شَرَائِعُ مَنْ قَبْلَنَا‘‘ جب قرآن وحدیث میں بغیر کسی نکیر یا تردید کے مذکور ہوں تو ہمارے لیے اس حیثیت سے حجت و دلیل ہیں کہ وہ ہماری شریعت یعنی شریعتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا حکم ہے۔

## ’’شَرَائِعُ مَنْ قَبْلَنَا‘‘ کے متعلق غیر نزاعی متفقہ امور

’’شَرَائِعُ مَنْ قَبْلَنَا‘‘ کے حوالے سے حسب ذیل امور فقہاء اور اصولیین کے درمیان متفق علیہا ہیں:

۱:......اگر شریعتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا کوئی حکم شرائع سابقہ کے کسی حکم کے لیے ناسخ بن کر آئے، تو

بالاتفاق شرائع سابقہ کا حکم منسوخ ہوگا۔

۲:...... اگر شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں کوئی نص یا حکم شرائع سابقہ کے کسی حکم کی تائید کرے، تو شرائع سابقہ کا وہ حکم برقرار رہے گا، تاہم شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی حیثیت سے، نہ کہ ''شَرَائِعُ مَنْ قَبْلَنَا'' کی حیثیت سے۔

۳:...... اس وقت موجود کتابِ مقدس میں مذکور کسی حکم کو اگر کتاب اللہ اور سنت رسول میں ذکر نہ کیا گیا ہو، تو وہ شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا حکم نہیں ہوگا، اس لیے کہ قرآن مجید کے مطابق ان کی کتابوں میں تحریف ہوچکی ہے۔

۴:...... تمام شرائع کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے، گویا ''توحید'' پر سب کا اتفاق ہے۔

۵:...... محل اختلاف یہ ہے کہ شرائع سابقہ کا کوئی حکم کتاب اللہ میں مذکور ہو، یا پیغمبر علیہ السلام نے اس کو بیان کیا ہو، لیکن اس کی مشروعیت اور عدمِ مشروعیت کے بارے میں سکوت ہو، نہ تو صراحۃً یا اشارۃً اس کو برقرار رکھنے کا ذکر ہو، اور نہ صراحۃً یا اشارۃً اس کے منسوخ ہونے کا ذکر ہو۔ اس صورت کے بارے میں علماء کے اقوال مختلف ہیں، جن میں دو اقوال اہمیت کے حامل ہیں۔ پہلا قول: وہ شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا حصہ ہے۔ دوسرا قول: شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا حصہ نہیں ہے۔ پہلا قول جمہور حنفیہ، مالکیہ، اور بعض شافعیہ کا مذہب ہے اور امام احمدؒ سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ دوسرا قول بعض شافعیہ کا مذہب ہے، جس کو امام الحرمین ابواسحاقؒ، غزالیؒ اور آمدیؒ نے ترجیح دی ہے، اسی طرح بعض حنفیہ کا بھی یہی قول ہے۔ امام احمدؒ کی دوسری روایت ہے، ابن حزمؒ کا بھی قول ہے، اور معتزلہ کی طرف اس کی نسبت کی گئی ہے۔

بعض حضرات نے ''شَرَائِعُ مَنْ قَبْلَنَا'' کے متعلق یہ اسلوب اختیار کیا ہے کہ ''شَرَائِعُ مَنْ قَبْلَنَا'' ہمارے لیے بہرحال دلیل مستقل نہیں ہے، ہم نے کتاب وسنت کی روشنی میں اس کو دیکھنا ہے۔

## ''شَرَائِعُ مَنْ قَبْلَنَا'' کے بارے میں اختلاف نزاعِ لفظی

امام ابوزہرہؒ کی تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ اس اختلاف پر کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہوتا، اس لیے کہ شرائع سابقہ کا کوئی حکم ایسا نہیں جس کی موافقت یا مخالفت میں شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں صراحۃً یا اشارۃً وکنایۃً کوئی حکم مذکور نہ ہو۔ امام ابوزہرہؒ کی تحقیق کے مطابق مختلف ابواب میں پھیلے ہوئے تقریباً مسائل ایسے ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ: یہ ''شَرَائِعُ مَنْ قَبْلَنَا'' کے قبیل میں سے ہیں، اور شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ان میں سے ہر ایک مسئلے کی موافقت یا مخالفت میں اجمالی یا تفصیلی دلیل موجود ہے، جس سے اس بات کو تقویت ملتی ہے کہ ''شَرَائِعُ مَنْ قَبْلَنَا'' کے بارے میں اختلاف نزاعِ لفظی کے قبیل میں سے ہے، جس پر عملاً کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہوتا۔

## مسلمانوں کی عدالت میں غیرمسلموں کے مقدمات

اس موضوع سے متعلق یہ بحث ہے کہ اگر اسلامی ریاست میں غیرمسلم لوگ اپنا کوئی مقدمہ عدالت کے سامنے پیش کرتے ہیں، تو کیا مسلمان حاکم یا قاضی ان کے درمیان فیصلہ کرنے کا پابند ہے؟ یا فیصلہ کیے بغیر ان کو واپس کرنے کا اختیار رکھتا ہے؟ مزید برآں! گزشتہ شرائع کے پیروکاروں پر کونسے احکام جاری ہوں گے؟ اسلامی احکام؟ یا پھر ان کی اپنی شریعتوں کے احکام؟!

## متعلقہ آیتِ کریمہ اور اس کا شانِ نزول

متذکرہ بالا مضمون سورۂ مائدہ کی حسب ذیل آیات (۴۱ تا ۴۴ اور آیت نمبر: ۴۸) میں بیان ہوا ہے:

’’یٰـأَیُّھَا الرَّسُوْلُ لَا یَحْزُنْکَ الَّذِیْنَ.....تا.....وَأَنِ احْکُمْ بَیْنَھُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰہُ وَلَا تَتَّبِعْ أَھْوَاءَ ھُمْ .‘‘ (المائدۃ:۴۱ تا ۴۹)

ان آیات کا شانِ نزول بغویؒ کے بیان کے مطابق یہ ہے کہ خیبر کے ایک یہودی مرد اور عورت نے جو کنوارے نہ تھے، زنا کیا۔ باوجودیکہ تورات میں اس جرم کی سزا ’’رجم‘‘ (سنگسار کرنا) تھی، مگر ان دونوں کی بڑائی مانع تھی کہ یہ سزا جاری کی جائے۔ آپس میں مشورہ ہوا کہ یہ شخص جو ’’یثرب‘‘ میں ہے (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ان کی کتاب میں ’’زانی‘‘ کے لیے ’’رجم‘‘ کا حکم نہیں، کوڑے مارنے کا ہے تو ’’بنی قریظہ‘‘ کے یہود میں سے کچھ آدمی ان کے پاس بھیجو، کیونکہ وہ ان کے ہمسایہ ہیں اور ان سے صلح کا معاہدہ بھی کرچکے ہیں، وہ ان کا خیال معلوم کرلیں گے۔ چنانچہ ایک جماعت اس کام کے لیے روانہ کی گئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عندیہ معلوم کرلے کہ ’’زانی محصَن‘‘ کی کیا سزا تجویز کرتے ہیں؟ اگر وہ کوڑے مارنے کا حکم دیں تو قبول کرلو، اور ’’رجم‘‘ کا حکم دیں تو مت مانو۔ ان کے دریافت کرنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: تم میرے فیصلہ پر رضامند ہوگے؟ انہوں نے اقرار کرلیا۔ خدا کی طرف سے جبرائیل علیہ السلام ’’رجم‘‘ کا حکم لے آئے، مگر وہ لوگ اپنے اقرار سے پھر گئے، آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: فدک کا رہنے والا ابن صوریا تم میں کیسا شخص ہے؟ سب نے کہا: آج روئے زمین پر ’’شرائع موسویہ‘‘ کا اس سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلوایا اور نہایت ہی شدید حلف دے کر پوچھا کہ: ’’تورات‘‘ میں اس گناہ کی سزا کیا ہے؟ باوجودیکہ دوسرے یہود اس حکم کو چھپانے کی ہرممکن کوشش کررہے تھے جس کا پردہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے فاش ہوچکا تھا، تاہم ابن صوریا نے جو ان کا معتمد تھا، کسی نہ کسی وجہ سے اس کا اقرار کرلیا کہ بے شک تورات میں اس جرم کی سزا رجم ہی ہے۔ بعدۂ اس نے سب حقیقت ظاہر کی کہ کس طرح یہود نے رجم کو اُڑا کر زنا کی سزا یہ رکھ دی کہ زانی کو کوڑے لگائے

جائیں اور منہ کالا کر کے اور گدھے پر اُلٹا سوار کرا کر گشت کرایا جائے۔ الحاصل حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں مرد وعورت پر رجم کی سزا جاری کی اور عرض کیا: اے اللہ! آج میں پہلا شخص ہوں جس نے تیرے حکم کو دنیا میں زندہ کیا، اس کے بعد کہ وہ اسے مردہ کر چکے تھے۔ (۵)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعے کی تفصیل یوں بیان کی ہے:

''عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما، قال: أتی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بیہودی ویہودیۃ قد أحدثا جمیعا، فقال لہم: ''ما تجدون فی کتابکم؟'' قالوا: إن أحبارنا أحدثوا تحمیمَ الوجہ والتجبیۃ. قال عبد اللّٰہ بن سلام: ادعہم یا رسول اللّٰہ بالتوراۃ، فأتی بہا فوضع أحدہم یدہ علی آیۃ الرجم وجعل یقرأ ما قبلہا وما بعدہا، فقال لہ ابن سلام: ارفع یدک، فإذا آیۃ الرجم تحت یدہ، فأمر بہما رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فرُجِما: قال ابن عمرؓ: فرجما عند البلاط، فرأیت الیہودیَ أجنأ علیہا.'' (۶)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودی مرد اور عورت لائے گئے، جنہوں نے بدکاری کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: تمہاری کتاب (تورات) میں کیا حکم ہے؟ کہنے لگے: ہمارے علماء نے یہ حکم ایجاد کیا ہے کہ چہروں کو کالا کر دیا جائے اور گدھے پر اُلٹا بٹھایا جائے۔ عبد اللہؓ بن سلام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان سے تورات لانے کا کہہ دیں، چنانچہ تورات لائی گئی، ان میں ایک شخص نے آیت رجم پر ہاتھ رکھ کر چھپایا اور اس سے پہلے اور بعد والی آیتوں کو پڑھنے لگا۔ ابن سلام نے کہا: ہاتھ اُٹھا دیں، چنانچہ اس کے ہاتھ کے نیچے والی جگہ میں آیتِ رجم موجود تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے رجم کا فیصلہ جاری فرمایا اور ان کو رجم کیا گیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: بلاط نامی جگہ میں ان کو رجم کیا گیا، میں نے اس یہودی مرد کو اس عورت پر جھکتے ہوئے دیکھا۔''

اس حدیث شریف میں یہ تو بتایا گیا ہے کہ اس یہودی مرد اور یہودیہ عورت کو رجم کیا گیا، لیکن یہ بات محتاجِ بیان ہے کہ ان کو اسلامی احکام کے تابع رجم کیا گیا؟ یا تورات کے حکم رجم کے تابع؟ بہر حال! اس تناظر میں سورۂ مائدہ کی محولہ بالا آیاتِ کریمہ نازل ہوگئیں۔

## آیتِ کریمہ کی تفسیر کے بارے میں تین موقف

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف کی حدیث کی شرح میں اس مسئلے میں تین موقف ذکر کیے ہیں، فرماتے ہیں:

''واختلف العلماء فی الحکم بینہم إذا ترافعوا إلینا أ واجب ذلک علینا أم

نحن فيه مخيرون؟. ‘‘

’’یہودیوں کے مابین فیصلہ کرنے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ جب وہ ہم مسلمانوں کے پاس اپنا مقدمہ لے کر آئیں تو کیا ہمارے اوپر ان کے درمیان فیصلہ کرنا واجب اور ضروری ہے؟ یا ہمیں فیصلہ کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے؟۔‘‘

## پہلا موقف: فقہاء حجاز و عراق کا: ’’حاکم کو اختیار ہے‘‘

’’فقال جماعة من فقهاء الحجاز والعراق: إن الإمام أو الحاكم مخير إن شاء حكم بينهم إذا تحاكموا بحكم الإسلام، وإن شاء أعرض عنهم. وقالوا: إن قولهٗ تعالٰى: ’’فإن جاءُ وْکَ ‘‘محكمة لم ينسخها شيء، وممن قال بذٰلک: مالک والشافعي في أحد قوليه، وهو قول عطاء والشعبي والنخعي، وروی ذلک عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما، في قوله: ’’فإن جاءُ وْکَ‘‘ قال: نزلت في بني قريظة وهي محكمة. وقال عامر والنخعي: إن شاء حكم وإن شاء لم يحكم. ‘‘(۷)

’’حجاز اور عراق کے فقہاء کی ایک جماعت کا قول ہے کہ جب وہ (غیر مسلم) اسلامی حکم کے مطابق فیصلہ کرانا چاہیں تو مسلمان قاضی یا حاکم کو اختیار ہے، چاہے تو فیصلہ کردے اور چاہے تو فیصلہ نہ کرے۔ ان حضرات کا موقف یہ ہے کہ سورۂ مائدۃ کی آیت نمبر:۴۲ ’’فَإِنْ جَاءُ وْکَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ ‘‘ محکم ہے، منسوخ نہیں، یعنی یہی حکم اب تک برقرار ہے۔ امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کا ایک قول یہی ہے، اور صحابہؓ، تابعینؒ، مفسرینؒ کا بھی یہی قول ہے۔‘‘

## دوسرا موقف: ابن القاسم کا: ’’فریقین اور مذہبی پیشواؤں کی رضامندی سے فیصلہ کرے‘‘

’’وعن ابن القاسم: إذا تحاكم أهل الذمة إلٰى حاكم المسلمين ورضي الخصمان به جميعًا فلا يحكم بينهما إلا برضا من أساقفتهما، فإن كره ذٰلک أساقفتهم فلا يحكم بينهم، وكذٰلک إن رضي الأساقفة ولم يرض الخصمان أو أحدهما لم يحكم بينهم. وقال الزهریؒ: مضت السنة أن يرد أهل الذمة في حقوقهم ومعاملاتهم ومواريثهم إلٰى أهل دينهم، إلا أن يأتوا راغبين في حكمنا فيحكم بينهم بكتاب اللّٰہ عز وجل. ‘‘(۸)

’’ابن القاسم سے روایت ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر دونوں فریق اسلامی احکام کے مطابق فیصلہ کرنے پر رضامند ہوں اور ان کے مذہبی پیشواؤں کو بھی اس پر اعتراض نہ ہو تو مسلمان قاضی یا حکم ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ اگر فریقین رضامند ہوں، لیکن ان کے مذہبی پیشوا رضامند نہ ہوں یا اس کے برعکس مذہبی پیشوا رضامند ہوں اور فریقین رضامند نہ ہوں یا پھر دونوں رضامند نہ ہوں تو ان تمام صورتوں میں مسلمان قاضی ان کے درمیان

اسلامی احکام کے مطابق فیصلہ نہیں کرے گا۔ اس قول کی تائید امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے ہوتی ہے کہ سنت یہی چلی آرہی ہے کہ (ذمیوں [غیر مسلموں]) کو ان کے حقوق، معاملات اور میراث کے مقدمات واحکام میں ان کے مذہبی پیشواؤں کی طرف فیصلے لینے کے لیے بھیج دیا جائے، الا یہ کہ اگر وہ برضا ورغبت خوشی سے اسلامی احکام کے مطابق فیصلہ کرانا چاہیں تو مسلمان قاضی اور حاکم ان کے درمیان قرآنی احکام کے مطابق فیصلہ کرے۔''

## تیسرا موقف: احناف کا ''مطلقاً فیصلہ کرنا لازم ہے''

''وقال آخرون: واجب علی الحاکم أن یحکم بینھم إذا تحاکموا إلیہ بحکم اللّٰہ تعالٰی، وزعموا أن قولہ تعالٰی: (وَأَنِ احْکُمْ بَیْنَھُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی) ناسخ للتخییر فی الحکم بینھم فی الآیۃ التی قبل ھٰذہٖ، وروی ذلک عن ابن عباسؓ، وبہ قال الزھری وعمر بن عبد العزیز والسدی، وإلیہ ذھب أبو حنیفۃ وأصحابہ، وھو أحد قولی الشافعی، إلا أن أبا حنیفۃ قال: إذا جاء ت المرأۃ والزوج فعلیہ أن یحکم بینھما بالعدل، وإن جاء ت المرأۃ وحدھا ولم یرض الزوج لم یحکم، وقال صاحباہ: یحکم، وکذا اختلف أصحاب مالکؒ.''(۹)

''دیگر فقہاء کہتے ہیں کہ بلاکسی شرط اور قید کے مطلقاً جب غیر مسلم مسلمان قاضی اور حاکم کے پاس مقدمہ لے کر آئیں، تو اس پر لازم ہے کہ ان کے درمیان قرآنی احکام کے مطابق فیصلہ کردے، ان کو واپس نہ کرے۔ ان کا موقف یہ ہے کہ سورۂ مائدۃ کی آیت نمبر:۴۹ ''وَأَنِ احْکُمْ بَیْنَھُمْ'' پہلی والی آیت:۴۲ میں دیے گئے اختیار کے لیے ناسخ ہے۔ یعنی مسلمان حاکم اور قاضی کو اختیار نہیں کہ وہ فیصلہ کرے یا نہ کرے، بلکہ وہ فیصلہ کرنے کا پابند ہے۔ ابن عباسؓ، امام زہریؒ، امام ابوحنیفہؒ وصاحبینؒ کا یہی قول ہے۔ امام شافعیؒ کا بھی دوسرا قول یہی ہے، تاہم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قید لگائی ہے کہ غیر مسلم میاں بیوی کے درمیان کوئی مقدمہ ہے، تو اگر دونوں اسلامی فیصلے کرانے پر رضامند ہیں تو فبہا، ورنہ اگر صرف بیوی اسلامی احکام کے مطابق فیصلہ چاہتی ہے اور شوہر نہیں چاہتا تو مسلمان قاضی وحاکم اس صورت میں فیصلہ نہیں کرے گا۔ جبکہ صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ شوہر کی رضامندی کی ضرورت نہیں۔ امام مالکؒ کے شاگردوں میں اسی طرح اختلاف ہے۔''

یہ تفصیل مالی معاملات اور حقوق ومواریث سے متعلق مقدمات کی ہے۔ حدود کے بارے میں لکھتے ہیں:

''واختلف الفقھاء أیضا فی الیھودیین من أھل الذمۃ إذا زنیا: ھل یُرجمان إن رفعھم حکامُھم إلینا أم لا؟ فقال مالکؒ: إذا زنی أھل الذمۃ وشربوا الخمر

**فلایتعرض لهم الإمام إلا أن یظهروا ذلک فی دیار المسلمین فیدخلون علیهم الضرر فیمنعهم السلطان من الضرر بالمسلمین قال مالکؒ: وإنما رجم رسولُ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، الیهودین لأنه لم یکن للیهود یومئذ ذمة، وتحاکموا إلیه. وقال أبو حنیفة وأصحابه: یُحَدَّانِ إذا زنیا کحد المسلمین، وهو أحد قولی الشافعی.''(۱۰)**

''اگر زنا کاری اور شراب نوشی سے متعلق مقدمات ہوں تو احناف کے ہاں یہ بھی مالی مقدمات کی طرح ہیں۔ لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا حکم دوسرا ہے۔ علامہ عینیؒ لکھتے ہیں: اس کا حکم دوسرا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ اگر ذمی یہودی بدکاری اور شراب نوشی کا ارتکاب کریں، تو مسلمان حاکم ان سے کوئی تعرض نہ کرے۔ تاہم اگر بدکاری وشراب نوشی کا ارتکاب مسلمان بستیوں اور آبادیوں میں ہو، جس کے نتیجے میں مسلمان معاشرہ بے راہ روی کا شکار ہوسکتا ہو، یا اس کی وجہ سے کسی بھی قسم کا نقصان ہوسکتا ہو، تو مسلمان حاکم اس نقصان یا بے راہ روی کا سد باب کرے گا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن دو یہودیوں کو رجم کیا تھا، امام مالکؒ اس کی توجیہ یوں کرتے ہیں کہ وہ یہودی ذمی نہیں تھے اور خود ہی اپنا مقدمہ دربارِ رسالت میں لے کر آئے تھے، اس لیے ان کا حکم مختلف تھا۔ امام ابوحنیفہؒ وصاحبینؒ کا موقف یہ ہے کہ اگر غیر مسلم ذمی بدکاری کریں گے تو مسلمانوں کی طرح ان پر حد جاری ہوگی۔ امام شافعیؒ کا بھی ایک قول یہی ہے۔''

حاصل یہ ہوا کہ احناف کے نزدیک مسلمان قاضی وحاکم اس بات کا پابند ہے کہ جب غیر مسلم ذمی اپنا کوئی مقدمہ، خواہ مالی حقوق سے متعلق ہو یا زنا وشراب نوشی جیسے جرائم سے متعلق ہو، ان کے پاس لے کر آئیں تو ان کے درمیان اسلامی احکام کے مطابق فیصلہ کرے، فیصلہ نہ کرنے کا اس کو اختیار نہیں، جبکہ دیگر ائمہ بالخصوص امام مالکؒ کے ہاں پابندی نہیں۔

## خلاصۂ بحث!

پوری بحث کا خلاصہ مندرجہ ذیل نکات ہیں:

الف:...... آخری شریعت، یعنی شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے پہلے والی آسمانی شریعتیں ''شَرَائِعُ مَنْ قَبْلَنَا'' کہلاتی ہیں۔

ب:...... دین، ملت، شریعت اور مذہب لغوی مفہوم کے اعتبار سے چار مختلف اصطلاحات ہیں، لیکن خارجی مصداق کے اعتبار سے متحد ہیں، یعنی آسمانی تعلیمات پر مشتمل عقائد واعمال کا مجموعہ مختلف حیثیتوں سے دین، ملت، شریعت اور مذہب کہلاتا ہے۔

ج:...... چاروں اصطلاحات میں فرق اعتباری یا تو معنی لغوی کی حیثیت سے ہے، یعنی باعتبارِ اطاعت وانقیاد ’’دین‘‘۔ باعتبارِ جمعہ وبیان ’’ملت‘‘۔ باعتبارِ تشبیہ بالماء ’’شریعت‘‘ اور باعتبارِ رجوع الیہ ’’مذہب‘‘ کہلاتا ہے۔

یا پھر عقائد کا پہلو مدنظر ہو تو ’’دین‘‘۔ اصول وقواعد کلیہ کا پہلو مدنظر ہو تو ’’ملت‘‘۔ اعمال اور فروعاتِ منصوصہ کا پہلو مدنظر ہو تو ’’شریعت‘‘۔ اور فروعات مجتہد فیہا کا پہلو مدنظر ہو تو ’’مذہب‘‘ کہلاتا ہے۔

د:...... آسمانی شرائع میں باہم اتفاق بھی ممکن ہے اور اختلاف بھی، نیز انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام کی شریعتوں کے درمیان اتفاق واقع بھی ہوا ہے۔

ھ:...... آخری پیغمبر خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم زندگی کے قبل از بعثت کے مرحلے کے بارے میں تین اقوال ہیں کہ: ۱:- آپ صلی اللہ علیہ وسلم پچھلی شریعتوں کی پیروی کے پابند تھے۔ ۲:- پیروی کے پابند نہیں تھے۔ ۳:...... توقف اختیار کیا جائے۔

و:...... زندگی کے بعد از بعثت مرحلہ میں ’’شَرَائِعُ مَنْ قَبْلَنَا‘‘ کی پیروی از روئے عقل ونقل جائز ہے، تاہم وقوع میں علماء کے چار اقوال ہیں:

۱:...... پہلا قول ہے کہ: ’’شَرَائِعُ مَنْ قَبْلَنَا‘‘ کے تمام احکام کی اتباع ہمارے اوپر واجب ہے، جب تک ناسخ نہ آئے، یعنی شرائع میں اصل استمرار وبقاء ہے۔

اس موقف کی صحت پر ان متعدد آیات واحادیث سے استدلال کیا جاتا ہے، جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پچھلے انبیاء علیہم السلام کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے، یا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی حکم شرعی میں سابقہ شرائع کا حوالہ دیا ہے۔

اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ عقائد میں اقتداء کا حکم ہے، ورنہ نصوص میں تعارض ہوگا۔ نیز مشترک احکام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر منسوخ احکام پر اپنی شریعت کی حیثیت سے عمل کیا ہے، سابقہ شریعت کے حکم کی حیثیت سے نہیں۔

۲:...... دوسرا قول پہلے کے بالکل برعکس یہ ہے کہ ’’شَرَائِعُ مَنْ قَبْلَنَا‘‘ کے کسی بھی حکم کی اتباع ہمارے اوپر واجب نہیں، اِلا یہ کہ عمل کرنے کا حکم دلیل سے ثابت ہو جائے، یعنی ہر آسمانی شریعت پہلے نبی کی وفات یا دوسرے نبی کی بعثت کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے۔

استدلال ان نصوصِ قرآنیہ واحادیث پر مبنی ہے، جن میں اختصاصی شریعت کی بات کی گئی ہے، یا مخصوص علاقے اور قوم کی طرف انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی صراحت کردی گئی ہے۔

۳:...... تیسرا قول یہ ہے کہ شرائع سابقہ میں سے غیر ثابت النسخ تمام احکام پر مطلقاً عمل کرنا لازم ہے، لیکن شریعتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے احکام کی حیثیت سے۔

مطلقاً عمل کرنا لازم ہے، خواہ اس حکم کا شرائع سابقہ میں سے ہونا اہل کتاب نے نقل کیا ہو، یا کسی مسلمان نے ان کی کتابوں سے سمجھا ہو۔ اس لیے یہ قول معتبر نہیں کہ کتب سابقہ کا محرف ہونا نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہے اور احادیث میں صراحۃً مذکور ہے کہ اہل کتاب سے دین کی باتیں نہ پوچھی جائیں اور ان کی باتوں کی تصدیق کی جائے اور نہ تکذیب۔

۴:...... چوتھا قول یہ ہے کہ شرائع سابقہ پر ثبوتِ شرعی کی بنیاد اپنے نبی کی شریعت کی حیثیت سے اتباع لازم ہے۔

قرآن مجید کی متعدد آیاتِ کریمہ اور احادیثِ نبویہ سے اس مسلک پر استدلال کیا گیا ہے۔ یہی احناف کا اختیار کردہ مسلک ہے۔ فقہاء اور محدثین نے اس مسلک کے مطابق استنباطات کیے ہیں۔

ز:...... ''شَرَائِعُ مَنْ قَبْلَنَا'' کے متعلق یہ اختلاف نزاعِ لفظی کے قبیل سے ہے، عملی لحاظ سے اس پر کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہوتا۔

ح:...... مسلمانوں کی عدالت میں اگر غیرمسلم اپنے مقدماتِ مالیہ لے کر آئیں تو سورۂ مائدہ کی آیات ۴۱-تا-۴۴ اور آیت نمبر: ۴۸ سے استدلال کی روشنی میں فقہاء حجاز کے نزدیک مسلمان قاضی کو اختیار ہے کہ وہ فیصلہ کرے یا نہ کرے۔

ابن القاسمؒ کے نزدیک فریقین اور ان کے مذہبی پیشواؤں کی رضامندی سے فیصلہ کرے۔

احناف کے نزدیک قاضی پر مطلقاً فیصلہ کرنا لازم ہے۔

اور حدود (زنا وشراب) کے مقدمات میں امام مالکؒ کے نزدیک اس وقت فیصلہ کرے جب مسلمان معاشرہ کے متاثر ہونے کا خطرہ ہو۔ احناف کے نزیک مالی معاملات کی طرح حدود میں بھی مسلمان قاضی فیصلہ کرے۔

## حوالہ جات


۱:...... اصول البزدوی علی حاشیۃ کشف الاسرار، ج:۳،ص:۲۱۶۔
۲:...... حوالہ سابقہ
۳:...... صحیح البخاری، بابٌ: بِمَنْ یُبْدُ أُفِی الْکِتَابِ، رقم: ۶۲۶۱
۴:...... إرشاد الساری لشرح صحیح البخاری، ج:۹،ص:۱۹۲
۵:...... تفسیر عثمانی، المائدہ آیت نمبر: ۴۱، حاشیہ نمبر: ۸۔
۶:...... صحیح البخاری، بابُ الرَّجْمِ فِی الْبَلاطِ، رقم: ۹۱۸۶۔
۷:...... عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج:۲۳،ص:۲۹۵
۸:...... حوالہ مذکورہ، ج:۲۳،ص:۲۹۵
۹:...... حوالہ مذکورہ، ج:۲۳،ص:۲۹۵
۱۰:...... حوالہ مذکورہ، ج:۲۳،ص:۲۹۵


(انتہیٰ)